’آبِ حیات‘ میں محولہ ’نکات الشعرا‘ کے مطالب تحقیقی وتنقیدی مطالعہ

تحریر: ابرار عبدالسلام*

Abstract

Azad's Aab-e-Hayat is the first recorded history of Urdu poetry. Besides being a significant literary document, the book is also an interpretation of literary history. There are recounts, which do not measure up to the yardstick of truth. Azad has just not replicated the material extracted from secondary sources: the blend of creative imagination with authentic materials has rendered a literary composition which cannot be classified as authentic (literary) history.

Hence, this paper attempts to show how Azad ignores facts and mixes primary and secondary sources while narrating the first recount of Urdu poetry in Nakat-e-Shoraa.

’آبِ حیات‘ میں منقول ’نکات الشعرا‘ کے حوالے سے آزاد کے بیانات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ آبِ حیات کے سلسلے میں ’نکات الشعرا‘ آزاد کا مآ خذ نہیں۔ آزاد نے ’فہرست اشپرنگر‘، ’تذکرۂ فائق‘ اور ’مجموعۂ نغز‘ میں منقول ’نکات الشعرا‘ کے حوالے سے مذکور بیانات کو کچھ اس طور پر بیان کیا ہے کہ جیسے انھوں نے ’نکات الشعرا‘ سے استفادہ کیا ہو۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ آزاد نے ثانوی مآ خذ کو بنیادی مآ خذ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ جو کہ اخلاقیات تحقیق کے منافی ہے۔

آزاد نے ’آبِ حیات‘ میں میر کے حالات میں لکھا ہے کہ ’’نکات الشعرا شائق شعر کے لیے بہت مفید ہے۔ اس میں شعرائے اردو کی بہت سی باتیں اس زمانہ کے لوگوں کے لیے دیکھنے کے قابل ہیں مگر وہاں بھی اپنا انداز قائم ہے۔ دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ یہ اردو کا پہلا تذکرہ ہے اس میں ایک ہزار شاعر کا حال لکھوں گا مگر ان کو نہ لوں گا جن کے کلام سے دماغ پریشان ہو۔ ان ہزار میں ایک بیچارہ بھی طعنوں اور ملامتوں سے نہیں بچا۔‘‘[۱] آزاد کے مذکورہ بالا بیان میں کئی باتیں اصلاح طلب ہیں۔ سب سے پہلی یہ کہ آزاد نے ’نکات الشعرا‘ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میر نے اس تذکرے میں ایک ہزار شعرا کے حالات لکھنے کا عندیہ دیا ہے، ایسا ہرگز نہیں۔ آزاد کا مذکورہ بیان صحت سے خالی ہے۔ میر نے ’نکات الشعرا‘ میں ایک ہزار شعرا کے نہ حالات لکھے ہیں اور نہ ہی کوئی ایسی بات لکھی ہے۔

* لیکچرر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، خانیوال۔

'نکات الشعرا' کے جو خطی نسخے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے کسی نسخے میں بھی اتنی بڑی تعداد میں شعرا کے تراجم شامل نہیں۔ 'نکات الشعرا' کا پہلا مطبوعہ ایڈیشن ۱۹۲۲ء میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان شروانی کے مقدمے کے ساتھ نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے ترتیب دیا تھا جس کی طباعت غالباً انجمن ترقی اردو کے ذاتی پریس میں ہی عمل میں آئی۔[۲] اس ایڈیشن کی بنیاد جس قلمی نسخے پر رکھی گئی ہے، ترقیمے کے مطابق اس کی کتابت سید عبدالولی عزلت سورتی کی فرمائش پر سید عبدالنبی ابن سید محمود نے ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۹ء) میں اورنگ آباد میں مکمل کی تھی۔[۳] ڈاکٹر حنیف نقوی نے نشاندہی کی ہے کہ یہ نسخہ انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور مذکورہ بالا دونوں نسخوں کے مرتبین نے دو علیحدہ علیحدہ نسخوں کو اپنے متن کی بنیاد بنایا ہے۔[۴] کیونکہ دونوں نسخوں میں منقول اشعار کی تعداد میں کمی بیشی اور بعض مقامات پر مذکور متن میں اختلاف اس بات کی تائید کرتا ہے۔

'نکات الشعرا' کا تیسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر محمود الٰہی صدر شعبہ اردو گورکھپور یونیورسٹی نے مرتب کر کے شائع کیا۔ یہ ایڈیشن بھی پیرس کے کتب خانے میں موجود خطی نسخے پر مبنی ہے، جو بندر سورت میں نقل کیا گیا اور ۱۷ ماہِ شوال ۱۱۷۸ھ (۱۷۶۵ء) کو مکمل ہوا۔ اس نسخے کے کاتب نے چوبیس شعرا کے تراجم، ان کے اشعار کو پوچ ولایعنی قرار دیتے ہوئے قلم انداز کر دیے ہیں۔[۵]

'نکات الشعرا' کے دستیاب خطی نسخوں سے جو تذکرے مرتب ہوئے ان میں کسی میں بھی ایک ہزار تو کیا اس کی نصف تعداد کے برابر بھی شعرا کے تراجم شامل نہیں۔ مذکورہ بالا نسخے میر کی زندگی ہی میں 'نکات الشعرا' کی تکمیل (۱۱۶۵ھ) کے چند سال بعد نقل ہوئے۔ ان نسخوں میں موجود شعرا کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہ میر نے 'نکات الشعرا' میں اتنی بڑی تعداد (ایک ہزار) میں شعرا کے تراجم لکھے اور نہ ہی 'نکات الشعرا' کے کسی نسخے میں اس طرح کا کوئی بیان موجود ہے۔

میر سے منسوب ایک ہزار شعرا کے حوالے سے آزاد کے بیان کے متعلق ڈاکٹر حنیف نقوی کا خیال ہے کہ ''مولانا محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں میر سے یہ بیان منسوب کیا ہے کہ میں اس کتاب میں ایک ہزار شعرا کا حال لکھوں گا لیکن اس انتساب کی صحت پر یقین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) تک شعرائے اردو کی تعداد کا ایک ہزار تک پہنچ جانا بعید از قیاس ہے۔[۶] بفرضِ محال اگر اردو شعرا کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ بھی گئی ہو تب بھی میر اس طرح کا بیان نہیں لکھ سکتے۔ چونکہ میر کا دل دکن کے شعرا کے حوالے سے صاف نہیں تھا۔ اس لیے وہ دکنی شعرا کو اپنے

تذکرے میں شامل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگر چہ وہ اردو شاعری کی ابتدا کا سہرا دکن کے سر باندھتے ہیں لیکن وہاں کے شعرا کو مربوط گو شعرا میں شامل نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے 'نکات الشعرا' کی تمہید ہی میں لکھ دیا ہے کہ ''اگر چہ ریختہ کی ابتدا سرزمین دکن سے ہوئی لیکن چونکہ وہاں سے ایک بھی مربوط گو شاعر پیدا نہیں ہوا، اس لیے ان لوگوں کے نام سے ابتدا نہیں کی جارہی اور میری طبع ناقص کی رو سے ایسا کرنا اس وجہ سے بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان میں سے اکثر کے حالات رنج وملال کا باعث ہوں گے لیکن ان میں سے بعضوں کے حالات لکھے جائیں گے۔''[۷]

میر کے مذکورہ بالا بیان سے یہ بات عیاں ہورہی ہے کہ وہ 'نکات الشعرا' میں دکنی شعرا کو بادلِ نخواستہ شامل کر رہے ہیں۔ میر کی تمام تر توجہ شمالی ہند کے شعرا پر مرکوز ہے اور شمالی ہند میں اتنی بڑی تعداد میں شعرا کا دستیاب ہونا ناممکن تھا۔ میر نے 'نکات الشعرا' تقریباً ۲۹ سال کی عمر میں لکھا۔[۸] اس وقت تک میر نہ اپنی شاعری کا لوہا منوا سکے تھے اور نہ ہی وہ دہلی کے بااثر حلقوں تک رسائی رکھتے تھے۔ اس دور میں میر اتنی بڑی شخصیت نہیں تھے کہ وہ دہلی میں بیٹھے بیٹھے اتنی بڑی تعداد میں شعرا کے حالات وکلام حاصل کر سکتے۔

میر سے منسوب آزاد کے مذکورہ بیان کے حوالے سے قاضی عبدالودود کا یہ بیان مزید روشنی ڈالتا ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں ''نکات الشعرا کے موجودہ نسخوں میں کم وبیش سو شاعروں کا ذکر ہے لیکن آزاد ہزار لکھتے ہیں۔ حالانکہ میر نے کوئی ایسی بات سپردِ قلم نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ آزاد نے یہ بات کہ نکات میں سو شاعروں کا ذکر ہے۔ فہرست اشپرنگر میں دیکھی اور اس پر قناعت نہ کرکے سو کو دس سے ضرب دے کر حاصل ضرب پیش کر دیا۔ یہ بات انھیں نہ سوجھی کہ احمد شاہی عہد میں (زمانہ تصنیف نکات) اردو کے ہزار شاعر کہاں سے آئے۔[۹] لیکن مسعود حسن رضوی ادیب قاضی عبدالودود کی مذکورہ بالا رائے سے متفق نہیں۔ ان کے خیال میں ''آزاد کے اس بیان کی کوئی نہ کوئی سند ضرور ہوگی جو فی الحال ہمارے علم میں نہیں۔[۱۰] مسعود صاحب کے مذکورہ بیان سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے اس بیان سے صاف طور پر آزاد کی بے جا حمایت اور طرفداری مترشح ہورہی ہے۔ اگر مسعود صاحب کو آزاد کے بیان کو سچ ثابت کرنا تھا تو انھیں کوئی ٹھوس دلیل لانا چاہیے تھی۔ اگر آزاد آبِ حیات میں مختلف بیانات کے سلسلے میں مبالغے اور ترامیم واضافوں سے کام نہ لیتے تو مسعود صاحب کے مذکورہ بیان کو محتاط بیان کے زمرے میں رکھا جا سکتا تھا لیکن چونکہ آزاد نے آبِ حیات میں بہت سے واقعات کی پیش کش اور مختلف تذکروں سے ماخوذ بیانات کو نقل کرنے میں دانستہً خود ساختہ تبدیلیاں کی ہیں۔[۱۱] اس لیے مسعود صاحب کے مذکورہ بالا بیان سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک آزاد کے اس بیان کا تعلق ہے کہ ''ان ایک ہزار میں سے ایک بیچارہ بھی طعنوں اور ملامتوں سے نہیں بچا۔'' [۱۲] یہ بھی درست نہیں۔ اگر آزاد کے پیشِ نظر 'نکات الشعرا' کا کوئی نسخہ ہوتا تو وہ نہ ہزار شاعروں والی بات لکھتے اور نہ ہی مذکورہ بیان دیتے۔ کیونکہ میر نے نکات الشعرا میں مذکور تمام شاعروں کی تنقیص نہیں کی۔ میر نے 'نکات الشعرا' میں صرف ان شعرا کی تنقیص کی ہے جن کو وہ ذاتی طور پر ناپسند کرتے تھے۔ یا وہ ان کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا بیان ہے ''میر نے ان شعرا کے ذکر میں جانبداری برتی ہے۔ جو ان کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اس میں وہ شعرا شامل ہیں جو آرزو سے وابستہ ہیں یا میر سے جن کے تعلقات اچھے ہیں یا جو میر کے محسن اور رشتہ دار ہیں۔ ان شاعروں کو گرایا ہے جو مرزا مظہر سے تعلق رکھتے ہیں''۔ [۱۳]

میر نے جن شعرا کی تنقیص کی ہے ان میں انعام اللہ خان یقینؔ، میر محمد باقر حزیںؔ، محمد فقیہہ دردمندؔ، محمد یار خاکسارؔ، قدرت اللہ قدرتؔ، مصطفیٰ خان یک رنگؔ، میاں احسن اللہؔ، میاں صلاح الدین عرف مکھن پاکبازؔ، میر سجادؔ، محمد علی حشمتؔ، میاں کمتریںؔ، عارف علی خان عاجزؔ، بندرابن راقمؔ، شیخ محمد حاتم حاتمؔ اور میاں شہاب الدین ثاقبؔ وغیرہ شامل ہیں۔ اِن شعرا سے میر کی ذاتی پرخاش تھی یا وہ مرزا مظہر کے گروہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے موردِ عتاب ہوئے۔ میر نے اِن شعرا کو اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ لیکن چند شعرا ایسے بھی ہیں جن کو میر دلی طور پر ناپسند کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی دل کھول کر تعریف کی ہے، ان میں آرزو، سودا اور تاباں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ [۱۴]

لالہ ٹیک چند بہارؔ، میاں حسن علی شوقؔ، محمد حسین کلیمؔ، محمد محسن محسنؔ، عبدالرسول نثارؔ، میاں جگنؔ، میر دردؔ، ہدایت اللہ ہدایتؔ، اسد یار خان انساںؔ، سعادت علی سعادتؔ، شرف الدین پیامؔ، نجم الدین سلامؔ، کرم اللہ دادؔ، اشرف علی فغاںؔ، میر حسنؔ اور محمد عارف عارفؔ وغیرہ وہ شعرا ہیں جن کو میر نے اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ مخلصؔ، بہارؔ اور شوقؔ، خان آرزو کے شاگرد، کلیمؔ اور محسنؔ میر کے رشتہ دار، نثارؔ اور میاں جگنؔ میر کے شاگرد، فغاںؔ، میر حسن، میرؔ گھاسی اور عارفؔ وغیرہ سے میر کی راہ و رسم اور انساںؔ، سعادتؔ، پیامؔ اور سلامؔ میر کے محسنوں میں سے تھے۔ اس لیے میر نے ان سب کی تعریف کی ہے۔ ان کی شاعری کو سراہا ہے اور ان سے ہمدردانہ رویہ رکھا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میر سے منسوب آزاد کا مذکورہ بالا بیان حقیقت پر مبنی نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آزاد نے میر سے منسوب مذکورہ بیان کیوں نقل کیا۔ کیا یہ بیان آزاد کے زائیدۂ فکر سے ہے یا اس کا کوئی ماخذ بھی ہے۔ دراصل قاسم نے اپنے تذکرے میں نکات الشعرا کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''در تذکرۂ خود ہمہ کس بہ بدی یاد کردہ'' [۱۵] آزاد نے قاسم کے مذکورہ بیان کو بنیاد بنا کر یہ عبارت لکھ دی کہ میر نے اپنے

تذکرے میں مذکور ایک ہزار شاعروں میں سے کسی کو بھی نہیں بخشا، قاسم کے مذکورہ بالا بیان سے یہ کہیں مترشح نہیں ہوتا کہ میر نے ہزار شاعروں کو طعنوں اور ملامتوں سے سرفراز فرمایا۔ قاسم نے صرف یہ لکھا ہے کہ ''میر نے اپنے تذکرے میں ہر شخص کو بدی سے یاد کیا ہے۔'' آزاد نے قاسم کے بیان کو بڑھا چڑھا کر مذکورہ صورت دے دی۔

قاسم ذاتی طور پر میر کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے اکثر شعرا کی تنقیص کو تمام شعرا کی تنقیص پر محمول کر دیا۔ قاسم کا مذکورہ بالا بیان میر سے متعلق ان کے اندر چھپے ہوئے غصے کو آشکار کر رہا ہے۔ چونکہ میر نے بہت سے مستند اور قابلِ عزت شعرا کے ساتھ ناانصافی کی تھی۔ اس لیے میر کے اس طرزِ عمل کو کئی تذکرہ نگاروں نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے اس رویے کے خلاف اپنے تذکروں میں آواز بلند کی اور میر کو آڑے ہاتھوں لے کر اپنے دل کا غبار نکالا۔ قاسم بھی ان میں سے ایک ہیں۔[۱۶]

اِن سب تذکرہ نگاروں نے اُن شعرا کی دل کھول کر تعریف کی ہے جن کو میر نے گرایا تھا یا جن کے کلام کو ''پوچ، ذائقہ شعر فہمی ندارد، غنا ندارد اور سفلگی'' وغیرہ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان تذکرہ نگاروں میں پہل گردیزی نے کی کیونکہ ''بعض اور اصحاب کی طرح گردیزی کو بھی یہ بات ناگوار گزری کہ اس کے بعض دوستوں پر میر صاحب نے بے باکی سے نکتہ چینی کی یا ان کی طرف سے بے التفاتی کی۔ لہٰذا حق دوستی ادا کرنے کے لیے اس نے خود ایک تذکرہ لکھا۔''[۱۷] چنانچہ اس تذکرے میں گردیزی نے اُن شعرا کی دل کھول کر تعریف کی جن کو میر ناپسند کرتے تھے یا جنھیں میر نے اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ گردیزی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے میر کے حالات میں صرف پانچ سطریں لکھیں اور اُن کا ایک معمولی شعر نقل کیا اِس کے مقابلے میں میر کے معتوب شعرا کے حالات و کلام کو میر کی بہ نسبت کہیں زیادہ نقل کیا۔ انعام اللہ خاں یقیںؔ اور میر محمد باقر حزیںؔ کے حالات میر سے زیادہ لکھے ہیں اور ان کے اشعار کا انتخاب بالترتیب تقریباً ۱۸۹ اور ۱۲۴ کی تعداد میں نقل کیا ہے۔

قاسم بھی گردیزی کی طرح میر کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ قاسم نے میر کے حوالے سے جو دل کا غبار نکالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قاسم کا سلسلۂ تلمذ و تتبع (شاعری میں بھی اور مسلک میں بھی) مظہر جانِ جاناں سے ملتا ہے۔ خود گردیزی سے قاسم کا تعلق بڑا گہرا رہا ہے۔ یہ خیال حقیقت سے قریب ہے کہ میر کے خلاف جو غبار گردیزی نکالنا چاہتے تھے وہ قاسم نے نکالا۔[۱۸]

آزاد نے میر کے حالات میں ان کا یہ بیان نقل کیا ہے ''مگر اُن کو نہ لوں گا جن کے کلام سے دماغ پریشان

ہو۔''[۱۹] آزاد کی یہ منقولہ عبارت میر کے اُس بیان کا ترجمہ ہے جو انھوں نے 'نکات الشعرا' کی تمہید میں لکھی ہے۔ میر کا بیان ہے ''وطبع ناقص معروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد۔''[۲۰] جیسا کہ آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ آزاد کے پیش نظر نکات الشعرا کا کوئی نسخہ نہیں رہا۔ آزاد نے میر کا یہ بیان' نکات الشعرا' سے نہیں 'فہرست اشپرنگر' میں منقول 'نکات الشعرا' کی تمہید سے اخذ کیا ہے۔[۲۱]

آزاد 'نکات الشعرا' کے حوالے سے لکھتے ہیں ''ولی کہ بنی نوعِ شعرا کا آدم ہے۔ اُس کے حق میں فرماتے ہیں 'وے شاعریست از شیطان مشہورتر' میر خان کمترین اُسی زمانہ میں ایک قدیمی شاعر دلّی کے تھے اُنھیں اس فقرہ پر بڑا غصہ آیا۔ ایک نظم میں اوّل بہت کچھ کہا۔ آخر میں آ کر کہتے ہیں ع ولی پر جو سخن لاوے اسے شیطان کہتے ہیں[۲۲]۔' نکات الشعرا' کے دستیاب خطی اور مطبوعہ نسخوں میں میر سے منسوب اس طرح کا کوئی بیان مذکور نہیں۔ آزاد کی اس روایت پر صفیر بلگرامی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''تعجب ہے حضرت آزاد نے تذکرہ آبِ حیات میں جہاں میر تقی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ولی بنی نوع شعرا کا آدم ہے اوس کے حق میں میر صاحب فرماتے ہیں (وے شاعرے است از شیطان مشہورتر) میر صاحب پر ولی کی درشت گوئی کا الزام کچھ عجب بات ہے۔ میرے سامنے اس وقت تذکرہ نکات الشعرا میر تقی صاحب کا موجود ہے، جو ۱۲۴۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور میر صاحب کا انتقال ۱۲۲۵ھ میں ہوا تو یہ کتابت اون کے انتقال کے پندرہ (۱۵) برس بعد کی ہے۔ پھر یہ فقرہ کہ (وے شاعرے است از شیطان مشہورتر) کس تذکرہ سے لکھا گیا ہے۔ میر صاحب تو ایسا نہیں لکھتے۔''[۲۳] صفیر بلگرامی کا مذکورہ بیان بھی نکات الشعرا کے حوالے سے آزاد کی روایت کی تکذیب کر رہا ہے۔ دراصل آزاد کا مذکورہ بیان' نکات الشعرا' سے نہیں 'مجموعۂ نغز' سے ماخوذ ہے۔ قاسم کا بیان ہے ''درحق شاعران جلی المتخلص بہ ولی نوشتہ کہ وے شاعرے است از شیطان مشہورتر وسزائے ایں کردار ناہنجار از کمترین شاعر بواجبی یافتہ کہ وے ہجو ہائے متعددہ او کردہ کہ بعضے ازاں بغایت رکیک و پردہ درافتادہ[۲۴] اور ولی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''پیر خان کمترین کہ خدایش بیامرزد بموقع و بجا گفتہ کہ ع ولی پر جو سخن لاوے اوسے شیطان کہتے ہیں۔[۲۵]

سوال یہ ہے کہ کیا میر نے 'نکات الشعرا' میں اس طرح کی کوئی بات لکھی تھی۔ اس سلسلے میں قیاس سے کام لینا پڑے گا۔ 'نکات الشعرا' کی تمہید میں دکنی شعرا سے متعلق میر کی اس رائے ''اگرچہ ریختہ از دکن است، چوں از آنجا یک شاعر مربوط برنخواستہ لہٰذا شروع بنام آنہا نکردہ وطبع ناقص معروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد''[۲۶] کو سامنے رکھتے ہوئے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے میر نے 'نکات الشعرا' میں ابتداً اس طرح

کی کوئی بات لکھی ہو یا کسی مجلس میں میر نے اس طرح کی کوئی بات کہی ہو اور اس نے شہرت حاصل کر لی ہو اور اس بنا پر پیر خان کمترین نے میر کی ہجو کہی ہو اور میر نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کی بات کو ’نکات الشعرا‘ میں نقل کرنے سے احتراز کیا ہو یا ’نکات الشعرا‘ میں لکھے ہوئے اس بیان کو قلم زد کر دیا ہو۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حنیف نقوی کا بیان مزید روشنی ڈالتا ہے ’’ولی کے متعلق میر سے منسوب یہ مشہور قول بھی کہ ’’وے شاعریست از شیطان مشہور تر‘‘ متداول نسخوں میں شامل نہیں۔ حالانکہ میر سے اس کے انتساب پر شبہے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ کیونکہ قدرت اللہ قاسم کی معاصرانہ شہادت کے علاوہ پیر خان کمترین کا یہ مصرع بھی کہ ’ولی پر جو سخن لاوے اسے شیطان کہتے ہیں‘ واقعے کی شہادت پر دلالت کرتا ہے۔ اس سلسلے میں مصحفی کا یہ شعر بھی غور طلب ہے۔

ہونا بہت آسان ہے شیطان سے مشہور   پر ہو تو لے اول کوئی دنیا میں ولی سا

اور اس کی اہمیت اس اعتبار سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ یہ باتیں میر صاحب کی زندگی میں کہی گئی ہیں اور ان کی یا ان کے کسی ارادت مند کی جانب سے کسی جوابی مدافعانہ کارروائی کا کوئی ثبوت موجود نہیں [۲۷] مذکورہ بالا بیان کے پیش نظر قاسم کے مذکورہ بیان کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پیر خان کمترین کے مصرع اور واقعہ کی شہادت ’مخزن شعرا‘ سے بھی ہوتی ہے فائق نے اپنے تذکرے میں یہی واقعہ ذرا مختلف مگر مختصر انداز میں نقل کیا ہے۔[۲۸]

آزاد نے ولی کے حالات میں ’ولی‘ کو احمد آباد گجرات کا باشندہ بتایا ہے [۲۹] اور اس کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہے ’’دیکھو تذکرہ قدرت خان قاسم، مگر تعجب ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرہ میں اورنگ آبادی لکھا ہے۔‘‘ آزاد کے مذکورہ بیان سے یہ مترشح ہوتا ہے گویا انھوں نے مجموعۂ نغز کے ساتھ ساتھ ’نکات الشعرا‘ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ حالانکہ یہ مکمل حقیقت نہیں۔ آزاد نے ’مجموعۂ نغز‘ سے تو بھرپور استفادہ کیا ہے۔ لیکن ’نکات الشعرا‘ ان کی نظر سے نہیں گزرا۔ ولی کے حالات لکھتے ہوئے آزاد کے پیش نظر ’تذکرۂ فائق‘ بھی رہا ہے۔ اس کا ذکر آزاد نے ولی کے ترجمے میں کیا ہے۔[۳۰] آزاد نے ولی کے وطن احمد آباد گجرات کے حوالے سے تذکرہ قدرت اللہ خان قاسم سے رجوع کرنے کا کہا ہے۔ لیکن ’مجموعۂ نغز‘ میں قاسم نے اس طرح کی کوئی بات نہیں لکھی۔ قاسم نے ولی کو احمد آباد گجرات کا نہیں بلکہ دکن کا باشندہ لکھا ہے۔ اس حوالے سے قاسم کا بیان ہے ’’وے عزیزے بود از سکنہ دیار دکن‘‘[۳۱]

دراصل غلطی آزاد سے یہ ہوئی کہ اُنھوں نے ’تذکرۂ فائق‘ کی بجائے ’مجموعۂ نغز‘ سے رجوع کرنے کی بات لکھ دی۔ قاسم کی بجائے فائق نے ’مخزن شعرا‘ میں ولی کو احمد آباد گجرات کا رہنے والا بتایا ہے۔ چونکہ فائق خود گجرات

کے رہنے والے تھے اور ان کا خاندان علم وفضل کی وجہ سے اس علاقے میں بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ فائق کے بیان سے متاثر ہوکر ہی آزاد نے قاسم کے بیان کو قبول نہیں کیا۔ فائق نے ولی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ احمد آباد کے ثقہ لوگوں سے یہی سننے میں آیا ہے کہ ولی گجرات کا باشندہ تھا۔ ولی کی تعلیم اور اس کی عمر کا ایک کثیر حصہ احمد آباد میں گزرا، حتیٰ کہ اس کا مدفن بھی احمد آباد میں ہے۔ اس لیے اکثر لوگوں نے اسے گجراتی قرار دیا ہے۔ فائق خود بھی اسی خیال کے حامی ہیں۔ فائق نے ولی کے حالات میں نشاندہی کی ہے کہ اس زمانے (تصنیف مخزن شعرا) سے بھی پہلے یہ بحث چل پڑی تھی کہ ولی کا تعلق گجرات سے ہے یا دکھن سے؟ فائق لکھتے ہیں ''ولی تخلص، محمد ولی نام، مولدش احمد آباد و مدفنش ہم ہماں بلدۂ خجستہ بنیاد۔۔۔۔ برضمائرِ انجم نظائرِ ناظران، ہوشمند مخفی ومحجب نماند کہ محققان، ایں فن را در حالِ او اختلاف است کہ آیا ولی از گجرات است ویا از دکھن۔ اما براقم آثم از بانیٔ ثقاتِ بلدۂ احمد آباد بہ ثبوت چناں پیوستہ کہ شاعر مزبور از بلدۂ مسطور بودہ وسالہا بدکھن ہم گذرانید۔ [۳۲]

فائق کے مذکورہ بالا بیان سے متاثر ہوکر ہی آزاد نے ولی کو احمد آباد گجرات کا باشندہ لکھا ہے اور جہاں تک آزاد کے اس بیان کا تعلق ہے ''مگر تعجب ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرہ میں اورنگ آبادی لکھا ہے'' آزاد نے 'تذکرۂ فائق' میں ہی یہ بات دیکھی تھی۔ فائق کا بیان ہے ''وخطا کرد میر تقی میر کہ در تذکرۂ خود اورا از اورنگ آباد نوشت شاید بریں شعر اورا از دکھن خیال کرد۔ فرد

ولی ایران وتوراں میں ہے مشہور　　　اگرچہ شاعر ملکِ دکھن ہے [۳۳]

آزاد نے 'نکات الشعرا' سے استفادہ نہیں کیا۔ اگر وہ 'نکات الشعرا' سے استفادہ کرتے تو مذکورہ تذکرے میں مندرج اشعار کے متون 'آبِ حیات' میں منقول متون کے مطابق ہوتے۔ کیونکہ آزاد نے جن تذکروں کا حوالہ 'آبِ حیات' میں دیا ہے اُس میں 'نکات الشعرا' بھی ہے اگر آزاد نے مذکورہ تذکرے سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ شعرا کے حالات و کلام دونوں کا انتخاب 'نکات الشعرا' میں سے ضرور دیتے لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ آزاد نے 'نکات الشعرا' کے حوالے سے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ثانوی مآخذ سے ماخوذ ہے۔ اِس لیے اُنھوں نے 'نکات الشعرا' کے حوالے سے میر کے بعض بیانات تو 'آبِ حیات' میں نقل کر دیے، لیکن 'آبِ حیات' میں مذکور اشعار کے متون، 'نکات الشعرا' میں منقول اشعار کے متون کے مطابق اِس لیے نہیں ہو سکے کہ وہ تمام اشعار آزاد نے 'نکات الشعرا' کی بجائے دوسرے تذکروں سے نقل کیے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیے گئے موازنے میں ان شعرا کے کلام کا موازنہ پیش نہیں کیا جا رہا جن کے انتخاب میں آزاد نے ایک دو اشعار کی بجائے پوری غزلیں نقل کی ہیں۔ ان شعرا

میں ولؔی، فغاںؔ، حاتمؔ، تاباںؔ، سوؔدا، میرؔ اور دردؔ شامل ہیں۔ آزاد نے ان شعرا کے کلام کا انتخاب ان شعرا کے دواوین سے پیش کیا ہوگا۔ لیکن بہت سے شعرا ایسے ہیں جن کے کلام کا انتخاب آزاد نے مختلف تذکروں سے نقل کیا ہے اور ان کے دو (۲) چار (۴) یا چند اشعار نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان شعرا کے دواوین آزاد کی دسترس میں نہیں تھے اور اس دور میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ لہٰذا آزاد نے ان شعرا کے کلام کا انتخاب تذکروں سے حاصل کر کے ہی ’آبِ حیات‘ میں نقل کیا ہے۔ اگر آزاد کی دسترس میں ’نکات الشعرا‘ کا کوئی نسخہ ہوتا تو وہ نکات الشعرا میں سے انھیں کلام کا انتخاب ضرور پیش کرتے جن اشعار کو انھوں نے دوسرے تذکروں سے نقل کیا ہے۔ (ذیل میں آبِ حیات کے متن کا موازنہ نکات الشعرا کے تین ایڈیشنوں، نکات الشعرا مرتبہ حبیب الرحمٰن خان شروانی، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق اور نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی سے کیا جارہا ہے۔ مذکورہ اشعار کے سامنے ان کا حوالہ اور صفحہ نمبر دے دیا گیا ہے۔ حوالے کے لیے مخففات کا استعمال کیا گیا ہے۔ ’ع‘ سے مراد نسخۂ عبدالحق، ’ش‘ سے مراد نسخہ شروانی اور ’م‘ سے مراد نسخۂ محمود الٰہی ہے اور ’آب‘ سے مراد آبِ حیات ہے)

۱۔ رکھے سیپارۂ دل کھول آگے عندلیبوں کے (آب ۱۔ رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے (ع۴،م۲۵
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے ۱۲۴) چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے ش۴)

۲۔ آتا ہے ہر سحر اُٹھ تیری برابری کو ۲۔ ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو (ع۴،م۲۶
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو (ایضاً) کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو ش۴)

۳۔ از زلف سیاہِ تو بدل دوم پری ہے ۳۔ از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے (ع۴،م۲۶
در خانہ آئینہ گتا جوم پری ہے (ایضاً) در خانۂ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے ش۵)

۴۔ خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو ۴۔ خدا کے واسطے اس کوں نہ ٹوکو (ع۵م۲۷
یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے (۱۴۹) یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے ،ش۵)

۵۔ جواں مارا گیا خوباں کے بدلے میرزا مظہر ۵۔ جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر میرزا مظہر (ع۵،م۲۷،
بھلا تھا یا بُرا تھا، زور کچھ تھا خوب کام آیا (ایضاً) بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا ش۶)

۶۔ ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار ۶۔ ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار (ایضاً) ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار (ع۶،م۲۸)
توبہ کی ہے ہم نے اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار (ش۶)

۷۔ جدائی کے زمانہ کی سجن کیا زیادتی کہیے	۷۔ جدائی کے زمانہ کی میاں کیا زیادتی کہیے
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا (۹۹)	کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا (ع۱۰،ش۱۰)
	جوانی کے زمانہ کی میاں کیا زیادتی کہیے
	کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا (م۳۰)
۸۔ اِس ناتواں کی حالت وہاں جا کہے ہے اُڑ کر	۸۔ مجھ ناتواں کی حالت وہاں جا کہے ہے اوڑ کر (ع۱۱،م۳۱،
میرا یہ رنگِ رو ہے گویا مکھی کبوتر (۱۰۲)	میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کبوتر ش۱۱)
۹۔ آبرو کے قتل کو حاضر ہوئے کس کے کمر	۹۔ آبرو کے قتل پر حاضر ہوا کس کر کمر (ع۱۲،م۳۲،
خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر (۱۰۱)	خون کرنے کوں چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر ش۱۲)
۱۰۔ کیوں چھپا ظلمت میں گر اُس لب سے شرمندہ نہ تھا	۱۰۔ کیوں چھپا ظلمت میں گر تجھ لب سے شرمندہ نہ تھا (ع۱۲،م۳۲،
جان کچھ پانی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ (ایضاً)	جان کچھ پانی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ ش۱۲)
۱۱۔ یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتاں	۱۱۔ یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں (ع۱۳،م۳۳،
جب تیرے آگے آوے گفتار بھول جاوے (ایضاً)	جب روبرو ہو تیرے گفتار بھول جاوے ش۱۴)
۱۲۔ جہاں اُس خو کی گرمی تھی، نہ تھی وہاں آگ کو عزت	۱۲۔ جہاں تجھ خو کی گرمی تھی نہ تھی کچھ آگ کو عزت (ع۱۴،م۳۳،
مقابل اُس کے ہو جاتی، تو آتش لکڑیاں کھاتی (ایضاً)	مقابل اُس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیاں کھاتی ش۱۵)
۱۳۔ کنجی اُس کی زبانِ شیریں ہے	۱۳۔ اُس کی کنجی زبانِ شیریں ہے
دل میرا قفل ہے بتاسے کا (۱۰۱)	دل میرا قفل ہے بتاسے کا (ع۱۴)
	اُس کی کنجی زبانِ شیریں ہے
	دل میرا قفل ہے بتاسہ کا (ش۱۵)
	اُس کی کنجی زبانِ شیریں ہے
	دل میرا قفل ہے بتاشے کا (م۳۴)
۱۴۔ ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق میں محبوب کیا	۱۴۔ ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا (۱۰۴)	صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا (ع۱۶،م۳۵)
۱۵۔ میکدِہ میں گر سراپا فعل نامعقول ہے	۱۵۔ میکدِہ میں گر سراسر فعل نامعقول ہے (ع۱۶،م۳۵،
مدرسہ دیکھا تو وہاں بھی فاعل ومفعول ہے (ایضاً)	مدرسہ دیکھا تو وہاں بھی فاعل ومفعول ہے ش۱۷)
۱۶۔ کرے ہے دار کو کامل بھی سرتاج	۱۶۔ کرے ہے دار بھی کامل کو سرتاج
ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج (ایضاً)	ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج (ع۱۷،م۳۶)

۱۷۔ خط آ گیا ہے اُس کے، مری ہے سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام صبح (ایضاً)

۱۷۔ خط آ گیا ہے اُس کے میری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام صبح (ع۱۷)
خط آ گیا ہے اُس کے میری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام وصبح (م۳۶)

۱۸۔ زبانِ شکوہ ہے مہدی کا ہر پات
کہ خوباں نے لگائے ہیں مجھے ہات (۱۰۸)

۱۸۔ زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوبوں نیں لگائے ہیں مجھے ہات (ع۲۰،م۳۸)
زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوباں نیں لگائے ہیں مجھے ہات (ش۲۰)

۱۹۔ اُس زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال (۱۰۹)
یک رنگ کے سخن میں خلاف ایک مُونہیں

۱۹۔ تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال (ع۲۱،م۳۸،
یک رنگ کے سخن میں خلاف ایک مُونہیں ش۲۲)

۲۰۔ جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ دل
دلِ بلبل شکستہ کرتا ہے (ایضاً)

۲۰۔ جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ دل (ع۲۲،م۳۹)
دل کو میرے شکستہ کرتا ہے
جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل
دل کو میرے شکستہ کرتا ہے (ش۲۲)

۲۱۔ نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
دل سے صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہے تو لے صیاد
ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے (۱۰۹)

۲۱۔ نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
میرا صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہے تو لے صیاد (ع۲۲،م۳۹،
ہاتھ سے یہ پھر شکار جاتا ہے ش۲۲)

۲۲۔ لگے ہیں خوب کانوں میں بتوں کے
سخن یک رنگ کے گویا گہر ہیں (ایضاً)

۲۲۔ لگے ہے جاکے کانوں میں بتوں کے (ع۲۲،م۳۹،
سخن یک رنگ کا گویا گُہر ہے ش۲۳)

۲۳۔ یک رنگ پاس اورسجن کچھ نہیں بساط
رکھتا ہوں دونین ، جو کہو تو نذر کروں (۱۰۸)

۲۳۔ یک رنگ پاس کیا ہے سجن اور کچھ بساط (ع۲۲،م۳۹،
رکھتا ہے دونین جو کہو تو نظر کرے ش۲۳)

۲۴۔ جس کے دردِ دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے (۱۰۹)

۲۴۔ جس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے (ع۲۲،م۳۹،
گر جواں بھی ہو تو میرا پیر ہے ش۲۳)

۲۵۔ جدائی سے تیری اے صندلی رنگ
مجھے یہ زندگانی دردِ سر ہے (ایضاً)

۲۵۔ جدائی میں تیری اے صندلی رنگ
---میں زندگانی دردِ سر ہے (م۴۰)

۲۶۔ اِس کو مت جانو میاں اوروں کی طرح	۲۶۔ اِس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح	(ع۲۲،م۳۹،
مصطفیٰ خاں آشنا یک رنگ ہے (ایضاً)	مصطفیٰ خاں آشنا یک رنگ ہے	ش۲۳)
۲۷۔ دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشمِ امید	۲۷۔ دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشمِ کرم	(ع۲۳،م۴۱)
لب صدف کے تر نہیں ہر چند گوہر میں ہے آب (۱۰۶)	لب صدف کے تر نہیں ہر چند ہے گوہر میں آب	ش۲۴)
۲۸۔ دیکھ موہن تیری کمر کی طرف	۲۸۔ دیکھ دلبر تیری کمر کی طرف	
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف	پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف	
حشر میں پاکباز ہے ناجی	حشر میں پاک باز ہیں ناجی	(ع۲۵،م۴۲،
بدعمل جائیں گے سقر کی طرف (ایضاً)	بد عمل جائیں گے سقر کی طرف	ش۲۶)
۲۹۔ جہاں دل بند ہو ناصح وہاں آوے خال کرنے	۲۹۔ جہاں دل بند ہو ناجی کا وہاں آوے خلل کرنے	(ع۲۶،م۴۳،
رقیب ناولد ناجی گویا لڑکوں کا بابا ہے (۱۰۷)	رقیب لاولد ناصح گویا لڑکوں کا باوا ہے	ش۲۷)
۳۰۔ مجھے دردوالم گھیرے ہے نت میرے میاں صاحب	۳۰۔ مجھے دردوالم رہتا ہے نت گھیرے میاں صاحب	(ع۸۰،م۸۲،
خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم؟ میرے میاں صاحب (۹۹)	خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب	ش۸۴)
۳۱۔ ہمنا تمھن کو دل دیا ،تم دل لیا اور دُکھ دیا	۳۱۔ ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا اور دکھ دیا	
ہم یہ کیا تم وہ کیا ، ایسی بھلی یہ پیت ہے	تم یہ کیا ہم وہ کیا ایسی بھلی یہ ریت ہے	
سعدی کہ گفتہ ریختہ ، دردریختہ دُرریختہ	سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ	(ع۱۰۳،م۱۰۵
شیر وشکر ہم ریختہ ، ہم ریختہ ہم گیت ہے (۷۹)	در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے	ش۱۱۰)

مذکورہ بالا متون کے اختلاف یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آزاد کے پیشِ نظر 'نکات الشعرا' کا کوئی نسخہ نہیں رہا۔ اگر ایسا ہوتا تو 'نکات الشعرا' میں مرقوم اشعار کے متون 'آبِ حیات' میں مندرج اشعار کے متون سے مختلف نہ ہوتے۔ کم از کم چند اشعار تو ایسے ہوتے جن کا متن 'آبِ حیات' کے متن کے مطابق ہوتا۔ چنانچہ مذکورہ بالا حقائق کے پیشِ نظر یہ کہنا نامناسب نہیں کہ 'نکات الشعرا' کے حوالے سے آزاد کے تمام بیانات ثانوی مآخذات سے ماخوذ ہیں۔ آزاد نے اشپرنگر، قاسم اور فائق کے بیانات کو 'آبِ حیات' میں نقل کرتے ہوئے ایسا انداز اپنایا ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ 'آبِ حیات' کے سلسلے میں 'نکات الشعرا' بھی آزاد کا ایک مآخذ ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ آزاد مذکورہ تذکرہ نگاروں کے بیانات کو 'آبِ حیات' میں نقل کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ان کے بیانات صحیح بھی ہیں یا نہیں۔

مزید یہ کہ اگر ’نکات الشعرا‘ آزاد کے پاس ہوتا تو یا وہ آزاد کلیکشن پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہوتا یا پھر ان کے گھرانے میں۔ اگر ان کے گھرانے میں ہوتا تو آغا باقر کو یہ لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی ’’اصل مضمون (زبانِ اردو) اور حاشیے پر تذکرہ نکات الشعرا کا حوالہ موجود ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ مولوی صاحب کے پاس تھا۔‘‘[۳۴]

حواشی وحوالہ جات

۱۔ آبِ حیات، ص۲۱۶۔

۲۔ شعرائے اردو کے تذکرے، ص۱۸۰۔

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً۔ نکات الشعرا کا یہ ایڈیشن اردو اکادمی، لکھنؤ سے ۱۹۸۴ء میں پہلے اکادمی ایڈیشن کے طور پر بھی شائع ہوا۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب نے اسی نسخے (نسخۂ پیرس) کو مولوی عبدالحق کے مرتب کردہ نکات الشعرا کے ساتھ اختلاف متن کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ یہ ایڈیشن انجمن ترقی اردو، کراچی سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔

۶۔ شعرائے اردو کے تذکرے، ص۱۸۴۔

۷۔ ترجمہ تمہید نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق، ص ا۔

۸۔ نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق، ص ح۔

۹۔ آزاد ابحیثیت محقق از قاضی عبدالودود، نوائے ادب، بمبئی، اکتوبر ۱۹۵۶ء، ص ۲۶۔

۱۰۔ آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ از مسعود حسن رضوی ادیب، ص ۱۴۰۔

۱۱۔ دیکھیے: تدوین آبِ حیات، ضمیمہ حواشی وتعلیقات۔

۱۲۔ آبِ حیات، ص۲۱۶۔

۱۳۔ محمد تقی میر از ڈاکٹر جمیل جالبی، ص۵۳، خان آرزو اور مرزا مظہر جانِ جاناں کے گروہی اختلافات اور ان سے وابستہ شعرا کے حوالے سے تفصیل کے لیے دیکھیے: معارضۂ مظہر و آرزو از خلیق انجم مشمولہ نقوش مئی ۱۹۶۱ء، ص ۴۳-۵۷۔

۱۴۔ میر نے نکات الشعرا میں خان آرزو کی تنقیص اس لیے نہیں کی کہ وہ دہلی کی ایک بااثر شخصیت تھے۔ میر اس وقت اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ وہ ان کی تنقیص کر کے اپنے خلاف ایک محاذ قائم کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب خان آرزو کا انتقال ہو گیا اور میر کی ذاتی حیثیت کچھ مستحکم ہوئی تو انھوں نے ''ذکر میر'' میں ان کے خلاف اپنے دل کا غبار خوب نکالا۔ اسی طرح تاباں اور سودا کے خلاف بھی انھوں نے اشعار کہے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں ان کو اچھے الفاظ میں کیوں یاد کیا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سودا چونکہ آرزو کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے انھوں نے سودا کی تنقیص نہیں کی اور جہاں تک تاباں کو اچھے الفاظ میں یاد کرنے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میر تاباں کے حسنِ عالم تاب کے گرفتاروں میں سے ایک ہوں۔ اور ان کی یہی خوبصورتی میر کو ان کی تنقیص سے باز رکھتی ہے۔ میر نے تاباں کی وفات پر جو شعر لکھا ہے اس سے اسی خیال کو تقویت ملتی ہے۔

داغ ہے تاباں علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر ہو نجات اس کو بچارا ہم سے بھی تھا آشنا

۱۵۔ مجموعۂ نغز، جلد دوم، ص ۲۹۷۔

۱۶۔ دیکھیے: تذکرہ ریختہ گویاں، ص ۱-۱۷، چمنستان شعرا، ص ۱۶۱-۱۷۲، ۲۶۱-۲۶۳، مسرت افزا، ص ۲۱۷-۲۱۹، تذکرہ شورش معروف بہ رموز الشعرا، ص ۴۸۹-۴۹۰، ۵۴۵-۵۶۲، مجموعۂ نغز، جلد دوم، ص ۲۲۹-۲۳۰، ۳۵۵۔

۱۷۔ تذکرہ ریختہ گویاں مرتبہ عبدالحق، ص ۱۲۔

۱۸۔ نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی، ص ۱۵۔

۱۹۔ آبِ حیات، ص ۲۱۶۔

۲۰۔ نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق، ص ۱۔

۲۱۔ قاضی عبدالودود نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آبِ حیات کے حوالے سے آزاد کا ایک اہم مآخذ فہرست اشپرنگر بھی ہے۔ آزاد نے فہرست اشپرنگر میں مذکورہ بہت سے بیانات کو من و عن نقل کر دیا ہے اور ایسے ظاہر کیا ہے جیسے وہ دواوین و تذکرے ان کی نظر سے گزرے ہیں۔ دیکھیے: آبِ حیات کے دو مآخذ مشمولہ شعرا کے تذکرے، ص ۳۶۳-۳۷۲۔ اشپرنگر نے فہرست میں میر کے حالات، نکات الشعرا کا مختصر تعارف اور نکات الشعرا کی تمہید کا مکمل فارسی متن نقل کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا انگریزی ترجمہ بھی لکھا ہے۔ اشپرنگر کو یہ تذکرہ جے۔ بی۔ ایلیٹ نے فراہم کیا تھا جو ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ میں نقل کیا گیا۔ دیکھیے فہرست اشپرنگر، ص ۱۷۵-۱۷۸۔

۲۲۔ آبِ حیات، ص ۲۱۶-۲۱۷۔

۲۳۔ جلوۂ خضر، حصہ اوّل، ص ۶۸۔

۲۴۔ مجموعۂ نغز، جلد دوم، ص ۲۳۰۔

۲۵۔ ایضاً،ص ۲۹۷۔

۲۶۔ تمہید نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق،ص ا۔

۲۷۔ شعرائے اردو کے تذکرے،ص ۱۸۵، ۶۶۹۔

۲۸۔ دیکھیے :مخزن شعرا،ص ۱۱۱۔

۲۹۔ دیکھیے : آبِ حیات،ص ۹۰۔

۳۰۔ دیکھیے : حاشیہ آبِ حیات،ص ۹۴۔

۳۱۔ مجموعہ نغز، جلد دوم،ص ۲۹۶۔

۳۲۔ مخزن شعرا،ص ۱۱۰-۱۱۱۔

۳۳۔ مخزن شعرا،ص ۱۱۱۔

۳۴۔ دیکھیے :مقالات آزاد، حصہ اول، مرتبہ آغا محمد باقر،ص ۱۵۵۔

مآخذ ومصادر

۱۔ آزاد، محمد حسین، آبِ حیات، لاہور، وکٹوریہ پریس، طبع دوم، ۱۸۸۳ء۔

۲۔ ابرار عبدالسلام، تدوین آبِ حیات، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔فل، ملتان، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء۔

۳۔ امراللہ الٰہ آبادی، ابوالحسن امیر الدین، مسرت افزا، مترجم ڈاکٹر مجیب قریشی، دہلی، علم مجلس کتب خانہ، ۱۹۶۸ء۔

۴۔ باقر، آغا محمد (مرتب)، مقالات آزاد حصہ اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، س۔ن

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، محمد تقی میر، دہلی، ایجوکیشنل ہاؤس، ۱۹۸۳ء۔

۶۔ حنیف نقوی، ڈاکٹر، شعرائے اردو کے تذکرے، اُتر پردیش اردو اکادمی، طبع دوم، ۱۹۹۸ء۔

۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، معارضۂ مظہر و آرزو مشمولہ نقوش، لاہور، مئی ۱۹۶۱ء۔

۸۔ عبدالودود، قاضی، آزاد بحیثیت محقق، بمبئی، نوائے ادب، اکتوبر ۱۹۵۶ء۔

۹۔ // شعرا کے تذکرے، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

۱۰۔ صفیر بلگرامی، سید فرزند احمد، جلوۂ خضر، حصہ اوّل، آرہ، مطبع نور الانوار، اول، ۱۸۸۵ء۔

۱۱۔ فائق، قاضی نورالدین، مخزن شعرا، مرتبہ مولوی عبدالحق، دہلی، جامع پریس، ۱۹۳۳ء۔

۱۲۔ قاسم، میر قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، اوّل و دوم، مرتبہ حافظ محمود شیرانی، دہلی، نیشنل اکادمی، اکتوبر ۱۹۷۳ء۔

۱۳۔ گردیزی، سید فتح علی حسینی، تذکرہ ریختہ گویاں، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو دکن، اوّل، ۱۹۳۳ء

۱۴۔ مسعود حسن رضوی ادیب، آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ، کتاب نگر، دوم، ۱۹۶۴ء۔

۱۵۔ میر، محمد تقی، نکات الشعرا، مرتبہ حبیب الرحمٰن خان شروانی، بدایوں، نظامی پریس، ۱۹۲۲ء۔

۱۶۔ ایضاً مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن، ترقی اردو، دکن، ۱۹۳۵ء۔

۱۷۔ ایضاً مولوی عبدالحق، کراچی، انجمن، ترقی اردو، ۱۹۷۹ء۔

۱۸۔ ایضاً ڈاکٹر محمود الٰہی، لکھنؤ، اُتر پردیش اردو کادمی، اوّل، ۱۹۸۴ء۔

۱۹. Sprenger, A. Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustani Manuscripts of The Kings of Audh, Vol.I, Baptist Mission Press, Calcutta, 1854.